Al-Qalam **القلم**
p-ISSN: 2071-8683, e-ISSN: 2707-0077
Volume:23, Issue:2, 2018; pp. 241-264

خیر و شر-مفاہیم، مترادفات اور اسلوب بیان: تعارف و تجزیہ

Good and evil - definitions, synonyms and styles of expression: introduction and analysis

Syeda Ayesha Rizvi
Institute of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore

Professor Dr. Muhammad Saad Siddiqui
Professor, Institute of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore

KEYWORDS:

SPENDS HIS WHOLE LIFE, PSYCHOLOGICAL LUSTS, STANDARD OF MAGNANIMITY AND NOBILITY, TYPES OF POLYTHEISM, EVIL ORIGINATE

Date of Publication:
31-12-2020

Abstract

Every human being has some purpose in his life according to which he spends his whole life, in the view of some, it is the pursuit of physical lusts, while the purpose of some is psychological lusts such as to gain prestige and leadership and fame, which are theirs. It also becomes the standard of magnanimity and nobility. On the contrary, Islam declares the vision and motto of Muslims to be good and well-being in order to maintain human dignity. The highest ideal and the highest goal of man is to want good. Allah Ta'ala has called for abundance of good and declared it as a means of prosperity. The saying of the Lord is: And do good deeds so that you may prosper. Therefore, the means of improvement and salvation of Muslims is this. Promote good by taking part in good deeds, so he said: (Fastabiquwa al-Khairat) You excel in good deeds. Good has a wide range in its meaning and meaning, but it should be seen from any point of view, it is goodness, goodness and There is nothing but good. The introduction of evil is that Allah Almighty has revealed the rules and laws of religion so that they are obeyed and that the hair does not go astray. It is a collection of . Therefore, it leads to omission, mistake or ignorance. As a result, he strays from the straight path. The name of this mistake and ignorance is sin. What are the types of polytheism? Where did evil originate? What are the synonyms and styles of good and evil? And what are the synonyms of evil? And there are questions related to it. The paper under review has been written in this context and an attempt has been made to know the above-mentioned important questions in the light of Sharia texts in a scholarly and research way.

خیر و شر-لغوی و اصطلاحی مفاہیم

خیر کا تعارف

ہر انسان کی زندگی کا کوئی نہ کوئی مقصد ہوتا ہے جس کے تحت وہ اپنی پوری زندگی گزارتا ہے، کسی کے پیش نظر جسمانی شہوتوں کا حصول ہے کسی کا مقصد نفسیاتی شہوات ہیں جیسے جاہ و عزت اور سرداری اور شہرت حاصل کرنا جو کہ ان کے نزدیک بڑائی اور شرافت کا معیار بھی بن جاتی ہیں۔ اس کے بالمقابل اسلام انسان کو اس کے شرف انسانیت پر قائم رکھنے کے لئے مسلمانوں کا نقطہ نظر اور نصب العین خیر و بھلائی کو قرار دیتا ہے۔ انسان کا اعلیٰ ترین نصب العین اور بلند ترین مقصد یہ ہے کہ وہ خیر چاہے۔ اللہ تعالیٰ نے بکثرت خیر کی دعوت دی ہے اور اسے فوز و فلاح کا ایک ذریعہ قرار دیا ہے ارشاد ربانی ہے: ﴿وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ [1] اور نیک کام کرو تا کہ فلاح پاؤ۔ اس لئے مسلمانوں کی بہتری اور نجات کا ذریعہ یہی ہے کہ وہ خیر کے کاموں میں حصہ لے کر خیر کو فروغ دے، چنانچہ فرمایا: ﴿فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ﴾ [2] تم نیکیوں میں سبقت حاصل کرو۔ خیر اپنے معنیٰ و مفہوم میں بہت وسعت رکھتا ہے لیکن اس کو کسی بھی پیرائے میں دیکھا جائے یہ نیکی، بھلائی اور اچھائی کے سوا کچھ نہیں۔

خیر کی لغوی تفہیم

خیر شر کی ضد ہے اور "خیور" اس کی جمع ہے۔ "الخَيْرُ: ضد الشر، وجمعه خُيور؛ قال النمر ابن تولب: ولاقَيْتُ الخُيُورَ، وأَخْطَأَتْني خُطوبٌ جَمَّةٌ، وعَلَوْتُ قِرْني،تقول منه: خِرْتَ يا رجل، فأَنتَ خائِرٌ، وخارَ اللهُ لك؛ قال الشاعر: فما كِنانَةُ في خَيْرٍ بِخَائِرَةٍ،ولا كِنانَةُ في شَرٍّ بِأَشْرارِوهو خَيْرٌ منك وأَخْيَرُ. وقوله عز وجل: تَجِدُوه عند اللهِ هوخَيْراً؛ أَي تجدوه خيراً لكم من متاع الدنيا" [3]

الخَیر: شر یعنی برائی کی ضد ہے اس کی جمع خیور ہے: اے شخص تو نے بھلائی پالی، تو صاحب خیر ہے اور اللہ نے بھلائی کی تیرے ساتھ۔ اور وہ تم سے بہتر اور زیادہ بہتر ہے اور اللہ رب العزت کا یہ قول ہے: تو اس کو اللہ کے پاس پاؤ گے وہ بہتر ہے، یعنی تم اس کو پاؤ گے جو تمہارے لیے بہتر ہے دنیا کے سامان سے (یعنی آخرت)۔

ایک خیر کی یہ تعریف کی گئی ہے: الخَیر-اسم تفضیل، خلاف قیاس، بمعنی زیادہ اچھا، زیادہ مفید، زیادہ نیک، خیر ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو حسن لذاتہ ہو یعنی خوبی اور بہتری اس کی ذات میں ہو اور اس میں ذاتی نفع، خوبی و خوش بختی ہو۔

(1) بھلائی، خوبی (2) نیکی، خوش بختی (3) برکت (4) نفع، فائدہ (5) مال و دولت

جیسا کہ قرآن میں آتا ہے: ﴿اِنۡ تَرَكَ خَيۡرَا الۡوَصِيَّةُ لِلۡوَالِدَيۡنِ وَ الۡاَقۡرَبِيۡنَ ﴾[4] اگر وہ کچھ مال چھوڑ جانے والا ہو تو ماں باپ اور رشتہ داروں کے لئے دستور کے مطابق وصیت کر جائے۔

(6)بہت اور عمدہ مال (7)صاحب خیر (8)باعث برکت (9)نیک[5]

خیر کی تعریف اس طرح سے بھی کی جاسکتی ہے: "حصول الشئ علي كمالاته"[6] کسی چیز کا اپنے کمال کو پہنچنا۔

Oxford ڈکشنری میں خیر کے لئے انگریزی میں استعمال ہونے والے لفظ Good کا مطلب اس طرح بیان کیا گیا ہے:

> "The quality of being good, the essential goodness of human nature, evidence of God's goodness".[7]
>
> اچھا ہونے کی خصوصیت، لازمی اچھائی جو انسان کی فطرت میں ہو، خدا کے بہترین ہونے کی شہادت۔

اصطلاحی مفہوم

امام راغب اصفہانی خیر کی اصطلاحی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "الخیر" وہ ہے جو سب کو مرغوب ہو مثلاً عقل، عدل و فضل اور تمام مفید چیزیں۔ یہ "الشر" کی ضد ہے۔

امام راغبؒ کے بقول خیر کی اقسام

امام اصفہانیؒ فرماتے ہیں کہ خیر دو قسم پر ہے: (1) خیر مطلق جو ہر حال میں اور ہر ایک کے نزدیک پسندیدہ ہو۔ (2) دوسری قسم خیر اور شر مقید کی ہے یعنی وہ چیز جو ایک کے حق میں خیر اور دوسرے کے لئے شر ہو مثلاً دولت، بسا اوقات یہ زید کے حق میں خیر اور عمرو کے حق میں شر بن جاتی ہے۔ اس بنا پر قرآن نے اسے خیر اور شر دونوں سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: ﴿اِنۡ تَرَكَ خَيۡرَا﴾[8] اگر وہ کچھ مال چھوڑ جانے والا ہو اور دوسرے موقع پر فرمایا: ﴿اَيَحۡسَبُوۡنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمۡ بِهٖ مِنۡ مَّالٍ وَّ بَنِيۡنَ نُسَارِعُ لَهُمۡ فِي الۡخَيۡرٰتِ﴾[9] کیا یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ ہم جو دنیا میں ان کو مال اور بیٹوں کی مدد دیتے ہیں (تو اس سے) ان کی بھلائی میں جلدی کر رہے ہیں؟

جامع تعریف

خیر ہر اس ذاتی اور اجتماعی خوبی یا وصف کو کہتے ہیں جو انسانوں کو خالق کی بتائی ہوئی راہ پر چلائے اور مخلوق کے لئے بھی نفع مند بنائے، جو ہمدردی، رواداری، نیکی، خوش بختی اور ہر طرح کی اچھائی سے لے کر مال و زر اور

تمام دنیاوی نعمتوں کے بہترین استعمال پر محیط ہے جس کی طرف رہنمائی صحیفہ ہدایت کے ساتھ ساتھ انسانی فطرت بھی کرتی ہے اور جس کا حصول اور ترویج انسانی زندگی کا منتہاو مقصود ہے تاکہ انسانی نفس تزکیہ کی منازل طے کر کے دنیاوی اور ابدی راحت اور کامیابی کا حقدار بن سکے۔

شر کا تعارف

اللہ تعالی نے دین کے احکام و قوانین اس لئے نازل فرمائے ہیں تاکہ ان کی پابندی کی جائے اور ان سے بال برابر ادھر ادھر نہ ہوا جائے۔انسان بہر حال کمزوریوں، کوتاہیوں اور لغزشوں کا مجموعہ ہے۔اس لئے اس سے بھول چوک، غلطی یا نادانی ہو ہی جاتی ہے۔ نتیجہ وہ صراط مستقیم سے بھٹک جاتا ہے۔اسی غلطی اور نادانی کا نام گناہ ہے۔[10]

شر کا مفہوم

کسی بھی چیز کی حقیقت معلوم کرنے سے قبل ضروری ہوتا ہے کہ اس کی تعریف بیان کرلی جائے تاکہ اس کی وضاحت ہو سکے۔

اسلامی انسائیکلوپیڈیا میں شر کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:۔انسان کا اپنے رب کی اطاعت و فرمانبرداری میں قدرت واستطاعت کے باوجود کوتاہی کرنا اور اس کی رضا حاصل کرنے میں جان بوجھ کر قصور دکھانا۔ عربی میں اس مفہوم کو بیان کرنے کے لئے لفظ "اثم" استعمال کیا جاتا ہے۔[11] مفردات القرآن میں شر کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔" **الْخَيْرُ مَا يَرْغَبُ فِيهِ الْكُلُّ كما ان الخير هو الذي كما أن الخير هو الذي يرغب فيه الْكُلُّ**"[12] شر وہ چیز ہے جس سے ہر ایک کراہت کرتا ہو اور خیر وہ ہے جس کو ہر شخص اچھا سمجھے۔

شر خیر کی ضد

جبران مسعود نے الرائد میں شر کے یہ معنی بیان کیے گئے ہیں۔

"شَرَرًا وشِرَّةً اتَّصف به "	برائی سے متصف ہونا
"أتي منه الشر"	اس سے برائی آئی
"مال إلى الشر"	وہ برائی کی طرف مائل ہوا
الشر: ج شرور.	**انه ذي والفساد** [13]

دائرہ معارف اسلامیہ میں شر کا مفہوم یوں بیان کیا گیا ہے۔ دفن: گناہوں کا زیر خاک، دبانا۔ بدویوں کی ایک رسم جس میں ان گناہوں یا جرائم کو جو کسی عربی سے سرزد ہوئے ہوں ایک مصنوعی طریقے سے زیر زمین دفن کیا جاتا تھا۔ دی آکسفورڈ انسائیکلوپیڈیا آف دی ماڈرن اسلامک ورلڈ میں شر کی ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

"In the Qur'an several words are used for sin, a breach of the laws and norms laid down by a religion, including dhanb, Ithm, khate ah, and Sayyiah. A Sin may be one of Omission or Commission; technically any violation of a religious law or ethical norm would be a sin but the sin for which one will be held accounted is, as a rule, the one intentionally committed."[14]

فیروز اللغات میں شر کا مفہوم یوں بیان کیا گیا ہے:۔ شر: برائی، بدتر، بڑا، تکلیف ابلیس اور بت ہے۔[15] قاموس مترادفات میں شر کا مفہوم ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:۔ شر: بدی، برائی، زشتی، ناخوبی، شرارت، فساد، فتنہ اور جھگڑا ہے۔[16] تاج العروس میں شر کا مفہوم ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ **الشر اسوء**۔ شر کے معنی بڑائی کے ہیں۔ وزاد، والفساد والظلم اور زیادتی کے ساتھ فساد اور ظلم کے ہیں۔[17] المنجد میں شر کے معنی یہ بیان کئے گئے ہیں ۔**شرّ** (ض ن س) شرًا وشرارۃ وشررًا۔ شری ہونا اور شر انگیز ہونا۔ **شرّۃ (ج) أشرارٌ وشرارٌ**۔[18]

شر کی اقسام

انسان خواہ کتنا ہی بڑا اور نیک ہو غلطی لغزش اور ٹھوکر سے نہیں بچ سکتا۔ معصوم بس وہی ہے جسے اللہ تعالی اپنی آغوش رحمت میں پناہ دے دے اور وہ انبیاء ورسل علیہم الصلوۃ والسلام کی ذات گرامی ہی ہیں۔ ان محترم و معظم شخصیتوں کے بعد ہر انسان بہر حال ایک انسان ہے اور انسان گناہوں کا پتلا ہے۔ اس حقیقت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔

" ونسي آدم فأكل من الشجرة فنسيت ذريته، وخطئ آدم فخطئت ذريته "[19]

حضرت آدم علیہ السلام بھول گئے (ممنوعہ) درخت سے کھا بیٹھے۔ تو ان کی اولاد بھی بھول گئی۔ جناب آدم سے خطا ہوئی تو ان کی اولاد نے بھی خطا کی۔

گناہوں کی اقسام اور تعداد مختلف مقامات پر مختلف بیان ہوئی ہیں۔اور ان مقامات پر الفاظ تعبیرات کا اختلاف ہے میلان ان سب کا ایک ہے۔بنیادی طور پر گناہوں کی دو اقسام ہیں۔ 1-گناہ کبیرہ 2- گناہ صغیرہ

گناہ کبیرہ

گناہ کبیرہ سے مراد وہ گناہ ہیں:۔" جن کی حرمت نص قرآنی سے ثابت ہو"۔ اہل علم نے گناہ کبیرہ کی تعریف اس طرح کی ہے۔وہ گناہ جس پر کوئی حد، سخت وعید، اللہ کی لعنت یا اس کے غضب کا اظہار ہو۔[20]

حضرت ابن عباس کا قول

کہ جو چیز اللہ نے منع فرمائی ہے وہ کبیرہ ہے اور بعض کا قول یہ ہے کہ جس گناہ پر خدا تعالی نے وعدہ دوزخ کیا ہے وہ کبیرہ ہے اور بعض سلف کا قول ہے کہ جس گناہ پر دنیا میں حد واجب ہوتی ہے وہ کبیرہ ہے۔[21]

گناہ صغیرہ

گناہ کبیرہ کے ساتھ ہی گناہ صغیرہ کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔جس سے مراد چھوٹے گناہ ہیں۔لیکن گناہ کوئی بھی چھوٹا نہیں ہوتا۔بلکہ اہمیت کے اعتبار سے ہر گناہ بڑا ہی ہوتا ہے۔گناہ صغیرہ کی تعریف اس طرح بیان کی گئی ہے۔وہ گناہ جو کسی شریعت میں حرام اور کسی میں حرام نہ ہوں۔اور جس سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم منع فرمائیں وہ گناہ صغیرہ ہیں۔[22]

صغائر و کبائر

صغیرہ اور کبیرہ دو ستم کے گناہ ہیں۔صغیرہ گناہ یہ ہے کہ انسان انجانے میں بھول کر کوئی گناہ کر بیٹھے لیکن جان بوجھ کر اللہ کے سامنے کرنے کی جرات کرنے سے یہ گناہ کبیرہ بن جاتا ہے۔صغیرہ گناہ پر اسرار کرنا بھی کبیرہ ہے۔مثلاً پہلے دائیں کروٹ لیٹ گئے پھر چاہے جس طرح لیٹے مگر جان بوجھ کر دائیں کروٹ نہ لیٹنا اور معلوم ہونے کے باوجود یا اصرار سے ایسا کیا تو یہ کبیرہ ہے۔صغیرہ گناہ بے شمار ہیں۔سنت کے خلاف سارے عمل صغیرہ ہیں۔پانی بسم اللہ کہہ کر نہیں پیا یہ صغیرہ گناہ ہے۔داہنے ہاتھ کی بجائے بائیں سے کھایا، پیا صغیرہ گناہ ہے۔ بعض اوقات انسان ایسے گناہ کر بیٹھتا ہے جن کی خبر ہی نہیں ہوتی۔ان جیسے سینکڑوں صغیرہ گناہ ہیں۔

ایک اور جگہ گناہ کبیرہ وصغیرہ کی تعریف یوں بیان کی گئی ہے۔

اگر غلطی (گناہ معمولی نوعیت کی ہو تو اسے گناہ صغیرہ کہتے ہیں اور اگر غلطی غیر معمولی اور اہم قسم کی ہو، مثلاً کسی کی حق تلفی (حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد) خدائی احکام کی نافرمانی یا ان تعلقات اور رشتہ داریوں کو توڑنے یا خراب کرنے کی شکل میں ہو۔ جن پر انسانی زندگی کا امن اور قرار منحصر ہے تو اسے گناہ کبیرہ کہتے ہیں۔[23]

کبیرہ گناہوں کی اقسام

1۔عقیدے میں خرابی

عقیدے میں خرابی سب سے بڑا کبیرہ گناہ ہے۔ شرک کرنا، غیر اللہ کی عبادت کرنا، غیر اللہ کے نام کی قسم کا کھانا، اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنا اللہ کی رحمت سے ناامید ہوتا، کتمان علم، خیانت، کاہن، جادوگری، سینہ کوبی کرنا وغیرہ۔ عقیدے کے اعتبار سے یہ سب چیز میں کبیرہ گناہوں میں شامل ہیں۔

2۔ جسم وجان اور عقل کے متعلق کبیرہ گناہ

ناجائز قتل کرنا کسی انسان یا حیوان کو آگ میں جلانا، فتنہ پیدا کرنا، نشہ آور مشروبات کا استعمال اور انکی خرید وفروخت، فضول اور باطل جھگڑا اٹھائے رکھنا، لوگوں پر ظلم و زیادتی کرنا، حق بات نہ سنا، تکبر و غرور کرنا، مسلمانوں کی جاسوسی کرنا، یہ سب کبیرہ گناہوں میں شامل ہیں۔

3۔مال سے متعلق کبیرہ گناہ

یتیم کا مال ہڑپ کرنا، شطرنج یا جوا کھیلنا، چوری کرنا، لوگوں کو لوٹنا، کسی کا مال غضب کرنا، رشوت لینا، ماپ تول میں کمی کرنا، خرید وفروخت میں دھوکہ کرنا فضول خرچی، دھوکہ دہی سے کام لینا جھوٹا وعدہ کرکے مال فروخت کرنا، یہ سب کبیرہ گناہ ہیں۔

عبادات سے متعلق کبیرہ گناہ

نماز چھوڑنا یا بلا عذر شرعی تاخیر کرکے پڑھنا، زکوۃ نہ دینا، ماہ رمضان کے روزے بلا عذر شرعی نہ رکھنا، استطاعت کے باوجود حج نہ کرنا، جہاد فی سبیل اللہ سے فرار اختیار کرنا، امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے پہلو تہی کرنا علم کے مطابق عمل نہ کرنا یہ سب گناہ کبیرہ میں شامل ہیں۔

خاندان اور نسب کے اعتبار سے کبیرہ گناہ

زنا کرنا، لواطت کرنا، پاکدامن مومنات پر تہمت لگانا، عورتوں کا مردوں اور مردوں کا عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا عزیز و اقارب سے قطع تعلق ہونا، حلالہ کرنا یا کروانا، غیر محرم کے ساتھ عورت کا سفر کرنا، پڑوسیوں کو تکلیف پہنچانا وغیرہ۔ یہ سب گناہ بھی کبائر میں شامل ہیں۔[24]

شر کی ابتداء

شر یا گناہ حد درجہ مضر چیز ہے جو انسان کو دنیا و آخرت دونوں میں ذلیل اور ملعون کر دیتی ہے۔ یہ ہی نافرمانی ہے جس نے ابلیس کو آسمان کی بادشاہت سے نکال کر زمین پر پھینک دیا۔ ایمان اور یقین والا تھا، بے ایمان اور سرکش ہوا۔ یہ ہی نافرمانی ہے جس کی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے نکال کر زمین پر بھیج دیا گیا۔ یہی نافرمانی ہے جس کی وجہ سے قوم نوح پانی کے عذاب میں مبتلا ہوئی۔ یہ نافرمانی ہے جس کی وجہ سے قوم عاد پر ایسی آندھی آئی۔ جس نے اس قوم کے ایک ایک قد آور اور بلند و بالا فرد کو کھجور کے لیے لیے تنے کی طرح مردہ اور بے سروحرکت زمین پر ڈال دیا۔ یہ ہی نافرمانی ہے۔ جس کی وجہ سے قوم لوط کی بستیاں الٹادی گئیں۔ یہ ہی نافرمانی ہے جس کی وجہ سے فرعون کا لشکر دریا میں غرق ہوا۔ یہی نافرمانی جس کی وجہ سے قارون کو زمین میں دھنسا دیا گیا۔ یہ ہی نافرمانی ہے جس کی وجہ سے بنی اسرائیل پر طرح طرح کے مصائب نازل ہوئے۔ اس نافرمانی ہی نے بڑی بڑی حکومتوں کے تختے الٹ دیئے۔ بڑی بڑی قوموں کو آناً فاناً تباہ کر دیا۔

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ اس نافرمانی اور گناہ کی ابتدا کہاں سے ہوئی؟ اس سلسلے میں قرآن پاک میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ﴿وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ﴾[25] یعنی ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے (جو ملائکہ کے ساتھ تھا) سجدہ سے انکار کیا کہ قوم جنات سے تھا پس وہ اپنے رب کے حکم سے باہر ہوا۔

پس شیطان سے شر کی اور اللہ تعالی کے حکم کی نافرمانی کی ابتداء کی ہوئی اور شیطان سب سے پہلے اللہ تعالی کا نافرمان ہوا۔ شیطان فاسق بھی ہے۔ کہ اللہ تعالی کی اطاعت سے نکل گیا اور کافر بھی ہے کہ تعمیل حکم سے انکاری ہوا۔ چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالی ہے۔ ﴿أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ﴾[26] یعنی ابلیس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے ہوا۔ پس کفر و فسق اور حکم عدولی شیطان سے شروع ہوئی اور گناہ و سرکشی کرنا شیطان کا طریقہ ہے۔ شیطان انسان کو اعمال شر کی طرف مائل کرتا ہے۔

شیطان کیا ہے؟ شیطان شطن ،شطون یا شطہ سے نکلا ہے جس کے معنی قصداً مخالفت کرنا، دور ہونا اور ہلاک ہونا ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر خدا تعالی کے قانون کو توڑتا ہے اور بری خواہشات کی پیروی کرتا ہے۔ وہ رحمت الٰہی سے دور ہو کر اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتا ہے اور وہی چیز جو انسان کو رحمت الٰہی سے دکرے اور ابدی ہلاکت میں ڈالے اس کا نام شیطان ہے۔[27] اب جو لوگ گناہ کرتے ہیں وہ شیطان کے تابع ہیں کیونکہ شیطان خود گنہگار ہے اس لئے وہ انسان کو بھی اپنے جیسا بنانے کے لئے گناہ کی تلقین کرتا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالی ہے:۔﴿إِنَّمَا يَأْمُرُكُم بِالسّوءِ وَالفَحشاءِ وَأَن تَقولوا عَلَى اللّهِ ما لا تَعلَمونَ﴾[28] بے شک شیطان تم کو برے کام اور بے حیائی کا حکم کرتا ہے اور اس بات پر ابھارتا ہے کہ تم اللہ تعالی پر وہ باتیں کہو جن کی حقیقت کا تم کو کوئی علم نہیں ہے۔ شیطان اپنے رب کا نافرمان ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔ ﴿إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا﴾[29]

یہ بات معلوم شدہ ہے کہ شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے اور یہ بھی کہ وہ غدار ہے۔ دنیا میں وہ ہمارے بڑے اعمال کو مزین کر کے ہمارے سامنے پیش کرتا ہے لیکن آخرت میں ہمارے ساتھ غداری کر جائے گا اور ہماری مدد کوئی نہ کر سکے گا۔ پھر اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق توڑ کر شیطان سے جوڑنا، اس کے وسوسے اور کہنے پر چلنا اور اس کے احکامات کی پیروی کرنا اور قرآن الٰہی جو صاف سامنے پڑھی سنائی جا رہی ہے اس کی پرواہ نہ کرنا کتنی بڑی حماقت اور بے وقوفی ہے۔

خیر و شر کے مترادفات اور اسلوب بیان

تزکیہ نفس (خیر) اور تدسیہ نفس (شر)

اللہ تعالی نے قرآن میں ایک جگہ نفس کی قسم کھا کر صاف لفظوں میں بیان فرمادیا کہ جس نے اپنے نفس کی اصلاح کی وہی کامیاب ٹھہرا اور جس نے اس کی اصلاح نہ کی وہ نامراد ہوا، اس سے معلوم ہوا کہ اصلاح اور گمراہی کا اختیار انسان کے اپنے ہاتھ میں ہے، ارشاد باری تعالی ہے:وَنَفْسٍ وَمَا سَوّٰهَا ○ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوٰهَا ○ قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكّٰهَا ○ وَقَدْ خَابَ مَن دَسّٰهَا[30] ترجمہ: اور نفس انسانی اور اس ذات کی قسم جس نے اسے ہموار کیا، پھر اس کی بدی اور اس کی نیکی اس پر الہام کر دی، یقینا فلاح پا گیا وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا اور نامراد ہوا وہ جس نے اس کو دبا دیا۔

خیر سے متعلق مترادفات اور ان کا اسلوب بیان درج ذیل ہیں۔

غفران

غفر یغفر کا معنی پردہ ڈالتا ہے۔ الغفر سے مراد کسی چیز پر کوئی ایسی چیز پہنا دینا جو اسے میل کچیل سے محفوظ رکھے۔[31] **غفر غفر الشئ** ڈھانکنا۔ **غفر الشیب بالخضاب** سفید بالوں کو خضاب سے چھپانا۔ **غفراً، غفیراً و غفیرة و غفر اناً و مغفرة و غفورا له الذنب** چھپانا اور معاف کر دینا۔[32] قرآن مجید میں یہ لفظ اس آیت میں آیا ہے: **غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ**[33] ترجمہ: "ہم تیری بخشش طلب کرتے ہیں اے ہمارے رب اور ہمیں تیری ہی طرف لوٹنا ہے"۔

لسان العرب میں ہے:

اس لغوی بحث سے معلوم ہوا کہ غفران کا لفظ چھپانے اور ڈھانکنے کے معنی بیان کرتا ہے۔ اللہ تعالی کی طرف سے غفران کے معنی یہ ہیں کہ وہ گناہوں کی عقوبت سے انسان کو چھپالے اور غفر بمعنی اللہ تعالی کا بندوں کو ان کے گناہوں کی عقوبت سے بچانا اس کا صلہ "ل" سے آتا ہے غفران عذاب کے ساقط ہونے کا مقتضی ہے۔ یعنی عذاب کا باعث بننے والی چیزوں کو دور کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ اس بات کو المفردات فی غریب القرآن میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

> **"والغفران والمغفرة من الله هو ان يصون العبد من ان يمسة العذاب وقد يقال غفرله اذا تجافى عنه في الظاهرو ان لم يتجاف عنه في الباطن نحو[34] (قل للذين أمنوا يغفروا للذين لايرجون أيام الله)"[35]**
>
> اللہ کی طرف سے غفران اور مغفرت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو عذاب پہنچنے سے محفوظ کر لے۔ اور غفر لہ اس وقت بولا جاتا ہے۔ جب کسی سے ظاہر میں پہلو تہی اختیار کی جائے۔ اگرچہ باطن میں نہ کرے جیسے ارشاد ہے مومنوں سے کہہ دو کہ جو لوگ اللہ کے دنوں کے اعمال کے بدلے کے لیے مقرر ہیں توقع نہیں رکھتے ان سے درگزر کریں۔

العفو

عقوبت یا کسی سے بدلہ لینے سے دستبردار ہو جانا۔ جو شخص سزا کا مستحق ہو اسے چھوڑ دینا۔ اس کے قصور کا بدلہ نہ لینا۔ خواہ یہ قصور چھوٹا ہو یا بڑا۔

المنجد میں ہے:۔

"عفا يعفوا عفوا عنه وله ذنبه و عفا عن ذنبه"[36]

در گزر کرنا، معاف کرنا، سزا کو چھوڑ دیناعفو اللہ عنہ اللہ تعالی کا گناہوں کو معاف کر دینا۔

قرآن پاک میں ہے:

"**فمن عفا وأصلح فأجره علي الله**"[37]

ترجمہ:"پھر جو معاف کر دے اور اصلاح کر لے تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے"

تفسیر القرآن الکریم میں ہے:

"عفا یعفو"کا معنی مٹانا ہے، کہا جاتا ہے"عفت الریح الاثر"ہوا نے قدموں کے نشان مٹا دیا"

یعنی ان کی لغزش کا خیال دل سے مٹا دیں اور اس پر پردہ ڈال دیں۔[38]

لغوی بحث اور مفسرین کے بیان کردہ مفہوم سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ العفو، غفران کا انتہائی قریب المعنی لفظ ہے جس کا معنی معاف کرنا اور اتنا معاف کرنا کہ دل میں اس کے متعلق خلش کو بھی جگہ نہ دینا۔ تو جب دل سے کسی کی غلطی و جرم کا خیال ہی مٹا دیا تو بدلہ و عقوبت کہاں؟ یہ لفظ اللہ تعالی کی صفت کے طور پر قرآن کریم میں کئی مقامات پر بیان ہوا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بندوں کو بھی ترغیب ہے کہ وہ عفو و در گزر سے کام لیں۔ اس پر اللہ تعالی نے اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔ یعنی عفو، نہایت معتدل لفظ ہے جو اللہ کریم کے بندوں کو اور خود انسان کے دوسرے انسانوں کو معاف کر دینے کے لیے استعمال ہوتا ہے جب کہ غفران کا استعمال عموماً اللہ کے لیے ہی ہوتا ہے۔ ہاں انسانوں کے لیے بھی قلیل طور پر مستعمل ہے۔

الصفح

در گزر کرنا، جانے دینا کسی کو اس کے قصور کا احساس نہ ہونے دینا۔ اس سے باز پرس بھی نہ کرنا۔ **اصفح، عفا** سے ابلغ ہے عفا ترک عقوبت ہے اور اصفح ترک ملامت۔ القاموس الوحید میں ہے:" صفح عنہ صفحا: منہ پھیرنا۔ عن ذنبہ معاف کرنا، در گزر کرنا۔[39]

قرآن کریم میں ہے:" فاعفوا واصفحوا حتى يأتي الله بأمره ترجمہ:"سو تم معاف کرو اور در گزر کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے"۔دوسرے مقام پر ہے:"فاصفح عنهم وقل سلم "[40]ترجمہ:" پس ان سے در گزر کر اور کہہ سلام ہے"۔(براءت اور قطع تعلقی کے اظہار کے لیے)۔

تفسیر القرآن الکریم میں ہے اس لفظ کی وضاحت یوں بیان کی گئی ہے:"والیصفحوا بعض اہل علم نے فرمایا کہ یہ صفیہ العنق (گردن کا کنارہ) سے مشتق ہے، یعنی ان کے برے سلوک سے اس طرح در گزر کرو جیسے تم نے ان سے گردن کا کنارہ پھیر لیا ہے۔عفو و در گزر کا یہ حکم کئی آیات میں آیا ہے"۔[41]

الصفح، غفران کا قریب المعنی لفظ ہے اس میں اعراض اور پہلو تہی کے معنی پائے جاتے ہیں کبھی یہ اعراض بمعنی معاف کر دینے کے ہوتا ہے اور کبھی فتنہ سے بچنے کے لیے کسی سے در گزر کرنا اور اس کے عیبوں پر پردہ ڈالنا اور بطور تصفیہ کے ہوتا ہے جیسا کہ فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ ۚ وَإِن تَعْفُوا وَتَصْفَحُوا وَتَغْفِرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ [42]

ترجمہ:"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بے شک تمھاری بیویوں اور تمھارے بچوں میں سے بعض تمھارے دشمن ہیں، سو ان سے ہوشیار رہو اور اگر تم معاف کر داور در گزر کرو اور بخش دو تو بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے"۔

یعنی دشمن سے دشمنی ہوتی ہے لیکن یہ ایسے دشمن ہیں کہ ان سے انسان مسلسل دشمنی نہیں رکھ سکتا۔لہذا یہاں در گزر بہت سی خیر کا سبب بن سکتا ہے۔اور کبھی الصفح (در گزر اور اعراض) بطور براءت اور قطع تعلقی کے ہوتا ہے جس کا حکم کفار و مخالفین کے متعلق ہے۔ قرآن کریم میں در گزر کا کئی جگہ حکم دیا گیا ہے۔ درج بالا صورتوں میں سے الصفح کی کونسی قسم ہو گی یہ مخاطب کے مطابق ہو گا۔الصفح کا عمومی اور کثیر استعمال انسانوں کے دوسرے انسانوں کے لیے ہے البتہ قلیل طور پر ذات باری تعالی کے لیے بھی ہے۔

تصدق

تصدق بہ کے معنی اپنے حق سے دستبردار ہوئے یعنی اپنا حق دوسرے کو معاف کر دینے کے ہیں۔ القاموس الوحید میں ہے:تصدق ولیه بکذا[43]"کسی کو کوئی چیز خیرات کرنا۔صدقہ میں دینا" قرآن کریم میں

ہے:"**والجروح قصاص فمن تصدق به فهو كفارة له**"[44] "اور سب زخموں میں برابر بدلہ ہے، پھر جو اس (قصاص کا صدقہ کر دے تو وہ اس کے لیے کفارہ ہے"۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

وَاِنۡ كَانَ ذُوۡ عُسۡرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيۡسَرَةٍ‌ؕ وَاَنۡ تَصَدَّقُوۡا خَيۡرٌ لَّـكُمۡ‌ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ [45]

"اور اگر کوئی تنگی والا ہو تو آسانی تک مہلت دینا لازم ہے اور یہ بات کہ صدقہ کر دو تمھارے لیے بہتر ہے"۔

تفسیر القرآن الکریم میں "تصدق کی تفسیر میں حافظ عبد السلام بھٹوی قمطراز ہیں: اللہ تعالی نے حکم دیا کہ کوئی تنگ دست ہو تو آسانی تک اسے مہلت دو اور اگر قرض بالکل معاف کر دو تو زیادہ اچھا ہے۔[46] دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:۔ "**فَمَنۡ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ**" عبادہ بن صاحت سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے جسم پر کوئی زخم لگایا جائے، پھر وہ اسے معاف کر دے تو جتنا اس نے معاف کیا اللہ تعالی اتنا ہی اس کو اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دے گا"۔[47]

"تصدق" جیسا کہ لفظ سے ہی ظاہر ہے مالی معاملات کی معافی اور اپنا حق چھوڑنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ مقروض یا قصاص کی رقم کی ادائیگی والے کے ذمہ رقم واجب الادا ہے۔ تو تنگ دستی کی صورت میں اسے مہلت یا مکمل چھوٹ دینا تصدق ہے اور یہ لفظ انسانوں کے ایک دوسرے کے ساتھ ہی استعمال ہوتا ہے۔

شر کے مترادفات

شر سے متعلق مترادفات اور ان کا اسلوب بیان درج ذیل ہیں۔

فساد اور فتنہ کا مختصر تعارف

اہل لغت کی وضاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ فساد اور فتنہ کے الفاظ ہم معنٰی ہیں جیسا کہ اردو ادب میں فساد بدعنوانی، تباہی، خرابی، بگاڑ، شرارت اور لڑائی کرنے کا نام ہے اہل لغت کے مطابق عربی ادب میں لغوی اعتبار سے لفظ فساد اصلاح کی ضد ہے اور اس کا معنٰی خراب کرنا، بگاڑنا، ظلم کرنا، لڑائی کرنا، قطع تعلقی کرنا، بدعنوانی کرنا ہے اور اس وضاحت سے فساد کی یہ تعریف بنتی ہے کہ اگر آدمی کا تعلق اللہ تعالیٰ، دوسری مخلوق خدا، اپنے ساتھ اور

دنیاوی معاملات میں اسلامی تعلیمات کے مطابق نہیں ہے تو اس کا نام فساد ہے با الفاظ دیگر اسلامی تعلیمات اور قانون خداوندی کی نافرمانی کا نام فساد ہے۔

فساد

جیسا کہ قاموس المحیط میں فساد کے متعلق لکھا ہے کہ: فساد کا مادہ ف۔س۔د ہے اور لغوی اعتبار سے **فَسَد، یفسد کضرب، یضرب و فسد یفسد کنصر، ینصر فسدا وفسادا وفسودا فهو فاسد ضد صلح و تفاسد القوم ای تدابروا قطعوا الارحام والاستفساد خلاف الاستصلاح۔**[48]

ترجمہ: **فسد، یفِسد باب ضرب، یضرب اورفسد، یفسد باب نصر ینصر** سے ہے جو اصلاح کی ضد ہے اور قوم نے فساد کیا یعنی جھگڑا کیا اور رشتہ داروں سے قطع تعلقی کی اور **استفساد استصلاح** کی ضد ہے۔

لفظ فساد اصلاح کی ضد ہے جس کا معنی قطع تعلقی اور لڑائی کرنا ہے۔

لفظ فساد قرآن و سنت سے

قرآن مجید میں لفظ فساد اپنے مختلف مشتقات کے ساتھ مختلف سورتوں اور آیات میں استعمال ہوا ہے جس کا سیاق و سباق کے حوالے سے مختلف جرائم پر اطلاق ہوا ہے بالکل اسی طرح لفظ فساد کا استعمال بھی مختلف احادیث و روایات میں آیا ہے جن سے لفظ فساد کے معانی کا تعین ہوتا ہے۔ ذیل میں لفظ فساد کی حامل احادیث پیش کی جاتی ہیں جن میں لفظ فساد مستعمل ہے تاکہ حدیث کی روشنی میں فساد کے معانی و مفہوم کا احاطہ کیا جاسکے اور یہ معلوم کیا جاسکے کہ لفظ فساد کا اطلاق کن جرائم پر ہوتا ہے۔

ارشادات نبوی کی روشنی میں فساد

لفظ فساد کی وضاحت کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عن ابی درداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا اخبرکم بافضل مِن درجة الصیام والصلاة والصدقة، اصلاح ذات البین، فان فساد البین ہی الحالقة۔[49]

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! کیا میں تمہیں روزہ، نماز، زکوۃ سے درجہ میں افضل چیز نہ بتاؤں؟ وہ صلح کروانا ہے دو کے درمیان، بیشک فساد مونڈھ دینے والا ہے"

اس حدیث کی شرح میں محدث ناصر الدین البانی رقمطراز ہیں کہ:

ترجمہ: اسلام نے مسلمانوں کے تعلقات کو خدا سے رابطے، محبت اور باہمی مشورے پر قائم کیا ہے اور معاشرے کی بنیاد لوگوں کے درمیان شناسائی اور تعاون پر ہے۔ اگر نفرت اور جھگڑے کی تعلقات پر حکمرانی ہو تو اس سے معاشرے کی بربادی اور مذہب کا نقصان ہوتا ہے۔ اور اس میں آپ ﷺ کا اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے یہ فرمانا کہ اصلاح ذات البین: **لوگوں کے درمیان مصالحت**

"یعنی لوگوں کے درمیان تعلقات کو بہتر بنانے اور ان کے درمیان تنازعات کو ختم کرنے اور ان کو پیار اور محبت کی طرف لے جانے کی کوشش کرنا، لوگوں اور کمیونٹیز کے قیام کے درمیان فائدے کے لحاظ سے یہ سب سے اچھی چیز ہے انہی کا نام لین دین اور تعلقات ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ تعلقات کی اصلاح سب کے لیے واضح اور براہ راست فائدہ رکھتی ہے، پھر آپ علیہ السلام کا فرمان کہ:فساد ذات البین: باہمی فساد اور اصلاح کی جدوجہد کو ترک کرنا حالقہ کی طرف لے جاتا ہے یعنی تعلقات کا انقطاع اور غیر مناسب رویہ ہر چیز کی جڑوں کو تباہ کر دیتا ہے چاہے یہ تعلق مذہب کے معاملات سے ہو یا دنیا کے معاملات سے ہو، کیونکہ ایسا کردار لوگوں کے درمیان جھگڑے، قطع رحمی اور شاید لڑائی کا باعث بنتا ہے۔اور حدیث میں لوگوں کے درمیان تعلقات کی اصلاح کی تاکید اور حوصلہ افزائی ہے، اور اس میں یہ بیان ہے کہ لوگوں کے درمیان تعلقات کی خرابی مذہب اور دنیا کو تباہ کر دیتی ہے۔[50]

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ فتنہ انگیزی، افراتفری کا پھیلاؤ اور قتل وغارت گری کا نام فساد ہے۔اور احادیث نبوی کی روشنی میں فساد کا اطلاق قتل وغارت، چوری، حرابہ، امن عامہ کی خرابی، صلہ رحمی کو توڑنے، زوجین کے تعلقات کو خراب کرنے، نیت کی درست نہ ہونے پر ہوتا ہے۔

فتنہ

فتنہ بھی عربی زبان کا لفظ ہے جس کی جمع فتن ہے فتنہ کا معنی فساد، ابتلاء / امتحان، انسان کا اچھی حالت سے بری حالت میں آنا، کسی کی طرف میلان اور خود پسندی فتنے کے مفہوم میں شامل ہے۔

معجم الوسیط میں فتنہ کی یہ تشریح ہے:

الاختبار بالنار، والابتلاء، الاعجاب بالشیء والاستھتاربه، الاضطراب و بلبلة الافکار، والعذاب۔[51]

ترجمہ: آگ کی آزمائش، مصیبت، خود پسندی و حقارت، ہنگامہ آرائی، افکار کی تبدیلی اور عذاب کا نام فتنہ ہے۔

اہل لغت کی وضاحت سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ فتنہ کے معنی آزمائش، امتحان، آفت، دنگا فساد، ہنگامہ، دُکھ دینا ، افکار کی تبدیلی، عذاب دینا اور حق سے گمراہ کرنا کے ہیں۔دراصل فتنہ بھی آدمی کو صحیح راستے سے ہٹا کر غلط راستے کی طرف لے جاتا ہے جس سے آدمی کے افکار و نظریات بدل جاتے ہیں اور ان عقائد و نظریات کی تبدیلی کا نام فساد ہے۔

جیسا کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ:

میں نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کو منبر پر یہ کہتے سنا، اور انہوں نے اپنی دو انگلیوں سے اپنے کانوں کی طرف اشارہ کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: حلال واضح ہے، اور حرام بھی، ان کے درمیان بعض

چیزیں مشتبہ ہیں جنہیں بہت سے لوگ نہیں جان پاتے (کہ حلال ہے یا حرام) جو ان مشتبہ چیزوں سے بچے، اس نے اپنے دین اور اپنی عزت و آبرو کو بچالیا، اور جو شبہات میں پڑ گیا، وہ ایک دن حرام میں بھی پڑ جائے گا، جیسا کہ چراگاہ کے قریب جانور چرانے والا اس بات کے قریب ہوتا ہے کہ اس کا جانور اس چراگاہ میں بھی چرنے لگ جائے، خبر دار!، ہر بادشاہ کی ایک مخصوص چراگاہ ہوتی ہے، اور اللہ کی چراگاہ اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں، آگاہ رہو! بدن میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے، جب تک وہ صحیح رہتا ہے تو پورا جسم صحیح رہتا ہے، اور جب وہ بگڑ جاتا ہے، تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے، آگاہ رہو!، وہ دل ہے۔[52]

فتنہ کا لفظ سیاست، تاریخ اور عمرانیات کی کتب میں مثلا تاریخ ابن خلدون کے مقدمہ کی بحث خلافت و امامت اور شاہ ولی اللہ کی کتب ازالۃ الخفاء اور حجۃ اللہ البالغہ میں سیاسی اصطلاح کے طور پر مستعمل ہوا ہے اور کتب حدیث میں آثار قیامت کے ضمن میں استعمال ہوا ہے جبکہ سیاست کے میدان میں جرجانی نے شرح المواقف میں ، ابوالحسن الماوردی نے احکام السلطانیہ میں اور امام ابن تیمیہ نے السیاسۃ الشرعیۃ میں فتنے کے لفظ کو شورش کے معنٰی میں استعمال کیا ہے جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اصولی طور پر فتنہ وہ شورش ہے جو مسلمانوں کے عقائد راسخہ و صحیحہ کے لیے خطرے کا باعث ہو۔

اہل لغت کی تشریح سے یہ تحقیق سامنے آتی ہے کہ فساد اور فتنہ میں نسبت مساواۃ پائی جاتی ہے فساد کا لغوی معنی خرابی اور اصطلاحی مطلب حق بات اور قانون خداوندی کی مخالفت ہے تو فتنہ کا لغوی مفہوم گمراہی، قتل ، دنگافساد، آزمائش اور افکار کی تبدیلی ہے اور اصطلاحی مطلب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے لہٰذا فساد اور فتنہ آپس میں ہم معنی ہیں کیونکہ لغوی حوالے سے عقائد و نظریات کی تبدیلی اور اصطلاحی حوالے سے اسلامی تعلیمات اور قانون خداوندی کی مخالفت دونوں میں مشترک بات ہے تو پھر یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ فتنہ اور فساد آپس میں ہم معنی ہیں۔

فتنوں کے متعلق نبی ﷺ کی پیش گوئیاں

آنحضرت ﷺ نے بارگاہِ الٰہی سے اطلاع پاکر قیامت تک پیش آنے والے حالات و واقعات کی امت کو اطلاع دے دی ہے اور انہیں ممکنہ خطرات و اندیشوں سے آگاہ فرمادیا ہے۔ اسی طرح قربِ قیامت میں جو جو فتنے ظہور پذیر ہوں گے یا جن جن طریقوں سے امت کو گمراہ کیا جاسکتا ہے، آپ ﷺ نے ان کی پیشگی اطلاع دے کر امت کو ان سے بچنے کی تلقین فرمائی۔ چنانچہ اہل علم اور علماء جانتے ہیں کہ احادیث کی تمام متداول کتب میں

حضرات محدثینؒ نے "ابواب الفتن" یا "کتاب الفتن" کا عنوان قائم کرکے ایسی تمام احادیث اور روایات کو یکجا کر دیا ہے۔

یوں تو قربِ قیامت میں بہت سے فتنے اٹھیں گے، مگر ان میں جو سب سے بڑا فتنہ، دجال کا فتنہ ہو گا۔ جو انسانیت کو اپنی شعبدہ بازیوں سے گمراہ کرے گا۔ دجالِ اکبر تو ایک ہو گا، جس کو حضرت عیسیٰؑ آسمان سے نازل ہو کر مقام "لُدّ" میں قتل کریں گے، مگر ایسا لگتا ہے کہ اس کے علاوہ بھی چھوٹے چھوٹے دجال پیدا ہوں گے جو امت کو گمراہ کرنے میں دجالِ اکبر کی نمائندگی کی خدمت انجام دیں گے۔

اسی لئے آنحضرت ﷺ نے امت کو اس بات کی طرف متوجہ فرمایا ہے کہ وہ ایسے ایمان کُش راہ زنوں اور دجالوں سے ہوشیار رہیں، کیونکہ قرب قیامت میں شیاطین انسانوں کی شکل میں آکر مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کریں گے اور وہ اس کامیابی سے اپنی تحریک کو اٹھائیں گے کہ کسی کو ان کے شیطان، دجال یا جھوٹے ہونے کا وہم و گمان بھی نہ گزرے گا۔

چنانچہ علامہ علاؤالدین علی متقیؒ نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف "کنز العمال" میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے ان انسان نما شیاطین کے دجل و اضلال، فتنہ پروری کی سازشوں اور دجالی طریقہ کار کا تذکرہ کرتے ہوئے نقل فرمایا ہے کہ:"**انظروا من تجالسون وعمن تأخذون دينكم فإن الشياطين يتصورون في آخر الزمان في صور الرجال فيقولون: حدثنا وأخبرنا، وإذا جلستم إلى رجل فاسألوه عن اسمه و أبيه وعشيرته فتفقدونه إذا غاب.**"۔[53]

ترجمہ:۔ "حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ... تم لوگ یہ دیکھ لیا کرو کہ کن لوگوں کے ساتھ بیٹھتے ہو؟ اور کن لوگوں سے دین حاصل کر رہے ہو؟ کیونکہ آخری زمانہ میں شیاطین انسانوں کی شکل اختیار کرکے ... انسانوں کو گمراہ کرنے ... آئیں گے ... اور اپنی جھوٹی باتوں کو سچا باور کرانے کے لئے من گھڑت سندیں بیان کرکے محدثین کی طرز پر ... کہیں گے حدثنا واخبرنا.... مجھے فلاں نے بیان کیا، مجھے فلاں نے خبر دی وغیرہ وغیرہ۔ لہٰذا جب تم کسی آدمی کے پاس دین سیکھنے کے لئے بیٹھا کرو، تو اس سے اس کا، اس کے باپ کا اور اس کے قبیلہ کا نام پوچھ لیا کرو، اس لئے کہ جب وہ غائب ہو جائے گا تو تم اس کو تلاش کرو گے۔"

درج بالا احادیث کی روشنی میں فتنوں کے متعلق یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ:

۱۔ فتنے بارش کے قطروں کی طرح گھروں میں داخل ہو جائیں گے۔

۲۔ فتنوں کے ظہور میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہو گا۔

۳۔ فتنوں کا ظہور مشرق سے ہو گا۔

۴۔ فتنے تاریک رات کی طرح ہوں گے۔

۵۔ فتنوں کے دور میں علم اٹھالیاجائے گا اور جہالت بڑھ جائے گی اور قتل عام ہو گا۔

۶۔ فتنوں کے دور میں جو دل فتنہ قبول کرے گا وہ سیاہ ہو جائے گا اور جو دل فتنے کا انکار کرے گا وہ دل سفید ہو جائے گا۔

دجال سے قبل فتنوں کا ظہور

دجال کا فتنہ سب سے بڑا فتنہ ہے تمام انبیاء کرام اپنی اپنی امت کو دجال کے فتنہ سے ڈراتے رہیں اور نبی اکرم ﷺ نے بھی اپنی امت کو اس فتنہ سے بچنے اور پناہ مانگنے کی تعلیم دی ہے دجال کے ظہور سے پہلے نبی اکرم ﷺ نے کئی فتنوں کا ذکر کیا ہے درج ذیل میں ان احادیث مبارکہ کو پیش کیا جاتا ہے جن میں آپ ﷺ نے مختلف فتنوں کی پیش گوئی فرمائی ہے۔

حَدَّثَنَا غِيَاثُ بْنُ جَعْفَرٍ الرَّحَبِيُّ، أَنْبَأَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، سَمِعْتُ ابْنَ جَابِرٍ، يَقُولُ: قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ رَبِّهِ، يَقُولُ: سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ، يَقُولُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: لَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا بَلَاءٌ وَفِتْنَةٌ۔[54]

حضرت معاویہؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:(قرب قیامت) دنیا میں فتنوں اور مصیبتوں کے سوا کچھ باقی نہیں رہے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ قیامت سے پہلے دنیامیں صرف فتنے اور مصیبتیں باقی رہ جائیں گی اور باقی کوئی چیز نہ ہو گی۔

درج بالا احادیث سے یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ فتنہ کا اطلاق درج ذیل جرائم پر ہو تا ہے:

۱۔ يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ، زمانہ قریب آجائے گا یعنی وقت بڑی جلدی سے گزرے گا اور زمانے سے برکت اٹھ جائے گی

۲۔ وَيَنْقُصُ الْعَمَلُ، عمل کم ہو جائے گا

۳۔ وَيُلْقَى الشُّحُّ، دلوں میں بخیلی ڈال دی جائے گی یعنی لالچ بڑھ جائے گا

۴۔ وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ، ھرج یعنی قتل عام ہو جائے گا

۵۔ لَأَيَّامًا يَنْزِلُ فِيهَا الْجَهْلُ، ایسے دن ہوں گے جن میں جہالت اترے پڑے گی

۶۔ وَيُرْفَعُ فِيهَا الْعِلْمُ، علم اٹھالیاجائے گا۔

۷۔ فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ، یعنی یاجوج ماجوج کی دیوار میں جو سوراخ ہوا ہے (وہ پھیل) جائے گا

۸۔ إِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ، جب برائی بڑھ جائے گی۔

۹۔ رُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٍ فِي الْآخِرَةِ، یعنی بہت سی دنیامیں باریک کپڑے پہننے والیاں آخرت میں ننگی ہوں گی۔

۱۰۔ وَتَكْثُرَ الزَّلَازِلُ، زلزلوں کی کثرت ہو گی

۱۱۔ وَحَتَّى يَكْثُرَ فِيكُمُ الْمَالُ، تمہارے پاس مال کی کثرت ہو جائے گی۔

۱۲۔ وَحَتَّى يَتَطَاوَلَ النَّاسُ فِي الْبُنْيَانِ، لوگ بڑی بڑی عمارتوں پر آپس میں فخر کریں گے۔

۱۳۔حَتَّى يَمُرَّ الرَّجُلُ بِقَبْرِ الرَّجُلِ، فَيَقُولُ: يَا لَيْتَنِي مَكَانَهُ، ایک شخص دوسرے کی قبر سے گزرے گا اور کہے گا کہ کاش میں بھی اسی جگہ ہوتا۔

۱۴۔ وَحَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا، سورج مغرب سے نکلے گا۔

۱۵۔ تسليم الخاصة، جان پہچان والے کو سلام کیا جائے گا۔

۱۶۔وفشوا التجارةحتى تعين المرءة زوجها على التجارة، تجارت کا عام ہونا حتی کہ عورت تجارت میں اپنے شوہر کی مددگارہ گی،

۱۷۔ و قطع الارحام، قطع رحمی پائی جائے گی۔

۱۸۔ و شهادة الزور، جھوٹی گواہی دی جائے گی۔

۱۹۔ و كتمان شهادة الحق، سچی گواہی کو چھپایا جائے گا۔

۲۰۔ يظهر الفحش و التفاحش، بے حیائی اور فحش گوئی عام ہو جائے گی۔

۲۱۔ و سوء المجاورة، ہمسایہ سے برا سلوک کیا جائے گا۔

۲۲۔ وحتى يئوتمن الخاءئن و يخون الامين، خائن کو امانت دار کہا جائے اور امانت دار کو خائن کہا جائے گا۔

۲۳۔حَتَّى يَكُونَ أَسْعَدَ النَّاسِ بِالدُّنْيَا لُكَعُ ابْنُ لُكَعٍ، دنیا کے اعتبار سے سب سے بڑا خوش نصیب اسے سمجھا جائے گا جو خاندانی کمینہ احمق ہو گا۔

۲۴۔ إِذَا أُسْنِدَ الْأَمْرُ إِلَى غَيْرِ أَهْلِهِ، جب کام نااہل لوگوں کے سپرد کر دیئے جائیں گے تو قیامت کا انتظار کرو۔

نتیجہ بحث

مذکورہ فتنہ وفساد کی تحقیق سے اخذ ہوتا ہے کہ اہل لغت کے مطابق یہ الفاظ ہم معنٰی ہیں جیسا کہ اردو ادب میں فساد بدعنوانی، تباہی، خرابی، بگاڑ، شرارت اور لڑائی کرنے کا نام ہے۔ عربی ادب میں لغوی اعتبار سے لفظ فساد اصلاح کی ضد ہے اور اس کا معنٰی خراب کرنا، بگاڑنا، ظلم کرنا، لڑائی کرنا، قطع تعلقی کرنا، بدعنوانی کرنا ہے۔ فتنہ کے معنی آزمائش، امتحان، آفت، دنگا فساد، ہنگامہ، دُکھ دینا، افکار کی تبدیلی، عذاب دینا اور حق سے گمراہ کرنا کے ہیں۔ غرضیکہ اگر آدمی کا تعلق اللہ تعالی، دوسری مخلوق خدا، اپنے ساتھ اور دنیاوی معاملات میں اسلامی تعلیمات کے مطابق نہیں ہے تو اس کا نام فتنہ و فساد ہے با الفاظ دیگر اسلامی تعلیمات اور قانون خداوندی کی نافرمانی کو فتنہ وفساد سے تعبیر کیا جائے گا۔ حدیث نبوی ﷺ میں فتنہ وفساد کا اطلاق مختلف جرائم پر کیا گیا ہے جن میں قتل وغارت، چوری، حرابہ، دھوکہ دہی، قطع رحمی، جھوٹی گواہی، بے حیائی و فحش گوئی، امانت میں خیانت، فتنہ انگیزی، افراتفری کا

پھیلاؤوغیرہ جیسے شنیع جرائم شامل ہیں مقتدر طبقہ کی ذمہ داری ہے کہ ایسے جرائم کے تدارک کے لیے موءثراقدامات کرے تاکہ معاشرہ امن وسلامتی کا گھوارہ بن سکے۔

تجاوز

جاز الامر: کسی کام کا جائز ہونا۔ ممنوع نہ ہونا۔[55] **جاوزالطریق و نحوہ ومجاوزۃ و جوازا**' گزر جانا، پار کرنا۔[56] (الفاظ کی زیادتی کی وجہ سے معنی میں زیادتی ہوئی)" جاوز عن ذنبہ "گناہ یا جرم کو معاف کرنا۔" عن الرجل" معاف کرنا۔ "تجاوز عن الذنب "گناہ پر گرفت نہ کرنا۔[57]

اس کا ایک اور معنی القاموس میں لیا گیا ہے۔ تجاوز فی الشئ حد سے بڑھنا۔ افراط سے کام لینا۔[58] مطلب ہے کہ برائی زیادہ ہے لیکن لطف وکرم سے اس کا محاسبہ نہ کرنا۔ قرآن کریم میں ہے: **"أولیك الذین تتقبل عنهم أحسن ما عملوا ونتجاوز عن سیاتهم "**[59] "یہی وہ لوگ ہیں کہ ہم ان سے وہ سب سے اچھے عمل قبول کرتے ہیں جو انھوں نے کیے اور ان کی برائیوں سے در گزر کرتے ہیں"

تفسیر القرآن الکریم میں " **نتجاوز عن سیاتهم**" کی تفسیر اس طرح کی گئی ہے: "اور ان کی برائیوں سے در گزر فرمائے گا۔[60] تفہیم القرآن میں تجاوز کی یہی تفسیر کی گئی ہے فرماتے ہیں: "ان کی لغزشوں، کمزوریوں، اور خطاؤں پر گرفت نہیں کی جائے گی۔[61]

لغوی بحث اور تفاسیر کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ "تجاوز "کا معنی معاف کرنا اور چشم پوشی ہے جو کہ اس کی خدمات کے پیش نظر اس کی معمولی خامیوں اور کوتاہیوں سے کی جاتی ہے۔ اس کا استعمال زیادہ تر اللہ تعالی کے لیے ہی ہوتا ہے۔ اور نظر انداز کرنے کے معنی میں ہو تو بندوں کے لیے بھی مستعمل ہو سکتا ہے۔

تکفیر

تکفیر کے معنی برائی اور گناہ کو چھپانے اور اسے اس طرح مٹادینے کے ہیں جیسے اس کا ارتکاب ہی نہیں کیا المنجد میں ہے: **"کفر یکفر کفر الشئ"** چھپانا کفر درعہ بثوبہ " اس نے اپنی زرہ کو اپنے کپڑے سے چھپایا **"کفر الشئ"** چھپانا۔[62]

کفارہ وہ عمل ہے جس کے ادا کرنے سے گناہ سے پردہ پوشی ہو جائے۔ امام راغب نے اس کی وضاحت اس طرح کی ہے: **"کفر: الکفر في اللغة سترالشني و وصف اللیل بلکافر لسترہ الاشخاص و الزراع لسترہ**

البذر في الارض"[63]لغت میں الکفر کا معنی کسی شے کو چھپانا ہے۔ اللیل کی صفت الکافر اس لیے آئی ہے کہ یہ لوگوں کو چھپالیتی ہے۔ اور کاشت کاروں کو (کفار) اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ دانے کو زمین میں چھپاتا ہے"۔

حافظ عبد السلام بن محمد نے تکفیر کی وضاحت یوں بیان کی ہے: "كفر عنهم سيا تهم" ایمان اور عمل صالح کی بدولت اللہ تعالی پہلے تمام گناہ معاف فرمادیتا ہے۔[64]

الحاصل تکفیر سے مراد چھپانا اور مٹادیا۔ یعنی جب اللہ تعالی نیک اعمال کے بدلے میں گناہوں اور برائیوں کو مٹادے تو اسے تکفیر کہا جائے گا۔ قرآن مجید میں ہے: **ولو أن أهل الكتب أمنوا واتقوا لكفرنا عنهم سيأتهم** [65]ترجمہ: "اور اگر واقعی اہل کتاب ایمان لے آتے اور ڈرتے تو ہم ضرور ان سے ان کے گناہ دور کر دیتے"۔

حطة

الحط کے معنی کسی چیز کو اوپر سے نیچے اتارنے کے ہیں۔ چنانچہ القاموس الوحید میں ہے: **حط يحط حطا**" گرنا، اترنا، کم ہونا۔ "**السعر**" بھاؤ گرناوزرہ" بوجھ اتارنا، بوجھ کم کرنا" **الدين ومنه**" قرض کو کم کرنا، اس کا کچھ حصہ چھوڑ دینا الی مغفرت۔[66] بمعنی گناہوں کا بوجھ اتارنے کی درخواست۔ قرآن کریم میں ہے: **قولوا حطة تغفر لكم خطيكم** [67]ترجمہ: "کہو بخش دے، تو ہم تمھیں تمھاری خطائیں بخش دیں گے"

تفسیر القرآن الکریم میں حطہ کی وضاحت اس طرح بیان کی گئی ہے: "جب بیت المقدس فتح ہوا تو انہیں (بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا کہ اس فتح کی شکر گزاری میں اللہ تعالی کے عاجز بندوں کی طرح سجدہ ریز ہو کر اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہوئے شہر میں داخل ہوں۔[68]

حاصل کلام

مطالعہ سے معلوم ہوا کہ حطہ بھی غفران کا ہم معنی ہے۔ اس کے معنی گرانا یعنی ختم کرنا کے ہیں، اردو ادب میں انحطاط یعنی زوال کا لفظ تقریباً نہی معنوں میں استعمال ہو تا ہے۔ لہذا جب گناہوں کے لیے استعمال کیا جائے گا تو معنی بنے گا گناہوں کا زائل ہونا۔ یعنی اللہ تعالی سے ذنوب اور ان کے اثرات کے ازالہ کی دعا کرنا۔

حوالہ جات وحواشی

1 الحج،77:22

2 البقرۃ،148:2

3 ابن منظور، لسان العرب،264:4

4 البقرۃ،180:2

5 کیرانوی، مولاناوحید الزمان قاسمی، القاموس الوحید، ص:489

6 لوئس معلوف، المنجد، ص:201

7 A.S Hornby, Oxford Advanced Dictionary, p:305

8 البقرۃ،180:2

9 المؤمنون،23:55-56

10 اے ابوعبد الرحمن شبیر بن نور 'کبیرہ گناہوں کی حقیقت ص ۱۳انور اسلام اکیڈمی لاہور، اکتوبر ۱۹۹۳ء

11 اسلامی انسائیکلوپیڈیا پس ۱۲۹۱ شاہ کار بک فاؤنڈیشن کراچی س-ن

12 امام راغب مفردات الفاظ القرآن فی غریب القرآن ص257 المکتبہ مرتضوی2002۔

13 جبران مسعود' الرائد ص781، 1998ء

14 The Oxford Encyclopedia of the Modern Islamic World John -6 Lsposito Volume, Page 72, New York oxford university 1995

15 مولوی فیروز الدین فیروز اللغات، ص۶۹ س-ن

16 وارث سرہندی' قاموس مترادفات' ص ۷۵۲ اردو سائنس بورڈ لاہور

17 محمد مرتضی الزبیدی تاج العروس من جواھر القاموس،294:3

18 منجد ص ۶۲۵ دارالاشاعت کراچی جنوری ۱۹۶۰ھ

19 الترمذی،3076

20 شیخ احمد بن حجر معاشرے کی مہلک بیماریوں اور ان کا علاج' ص۶۹ مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاھور فروری،2000

21 غزالی، احیاء العلوم،(لاہور، ادبیات، س-ن)،20:4

22 شیخ احمد بن حجر معاشرے کی مہلک بیماریوں اور ان کا علاج'29

23 غزالی، احیاء العلوم،20:4

24 عبد الستار قاسم، **اسلامی معاشرت**(لاہور: توجیہات اسلامیہ، س-ن)،141-142۔

25 سورۃ الکہف:۵۰

26 سورۃ البقرہ:۳۴

27 مولوی محمد بشیر عقائد اسلام ص ۱۹۰ تا ۱۹۳، شیخ غلام اینڈ سنز ناشران کتب لاہور، س ن

28 سورۃ البقرہ،129:2

29 سورۃ مریم:44

30 الشمس،91:7-10

31 لوئیس معلوف، **المنجد**، (لاہور: مکتبہ قدوسیہ، س۔ن)، 611

32 راغب اصفہانی، حسین بن محمد، ابو القاسم، المفردات فی غریب القرآن، شیخ شمس الحق لاہور، ج:2، ص:198

33 البقرۃ،285:2

34 راغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، ج:2، ص:469

35 الجاثیہ45:14

36 لوئیس معلوف، المنجد، ص:569

37 الشوری40:42

38 بھٹوی، حافظ عبد السلام بن محمد، تفسیر القرآن الکریم، ج:3، ص:96

39 قاسمی، وحید الزمان، القاموس الوحید، ص:926

40 الزخرف89:43

41 بھٹوی، حافظ عبد السلام بن محمد، تفسیر القرآن الکریم، ج:3، ص:96

42 التغابن14:64

43 قاسمی، وحید الزمان، القاموس الوحید، ص:917

44 المائدہ45:5

45 البقرۃ280:2

46 بھٹوی، حافظ عبد السلام بن محمد، تفسیر القرآن الکریم، ج:1، ص:230

47 ایضاً، ص:477

48 فیروز آبادی، محمد بن یعقوب، (قاموس المحیط، دار الحدیث، قاھرہ، ۲۰۰۸)، فصل الفاء، بذیل مادہ فسد، ص ۱۲۴۶.

49 احمد بن حنبل، المسند، ح ۵۴۸۰۔

50 البانی، ناصر الدین، الموسوعۃ الحدیثیۃ، شرح الصحیح المسند، ح ۱۰۵۴، رقم شرح الحدیث ۱۵۴۴۷۔

51 معجم الوسیط، باب الفاء، بذیل مادہ فتن، ص ۶۷۳۔

52 ابن ماجہ، سنن، ح ۳۹۸۴۔

53 متقی، علی، علاء الدین، کنز العمال، ج ۱۰، ح ۲۹۱۳۱، ص ۲۱۴۔

54 ابن ماجہ، کتاب الفتن، ح ۴۰۴۳.

55 لوئیس معلوف، المنجد، ص:132

56 قاسمی، مولانا وحید الزمان، قاموس الوحید، ص:297

57 ایضاً، ص:297

58 قاسمی، مولانا وحید الزمان قاموس الوحید، ص:297

59 الاحقاف 16:46

60 بھٹوی، حافظ عبد السلام بن محمد، تفسیر القرآن الکریم، ج:4، ص:280

61 مودودی، سید ابو الاعلی، تفہیم القرآن، ج:4، ص:611

62 لوئیس معلوف، المنجد، ص:757

63 راغب اصفہانی، حسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن، ج:2، ص:359

64 بھٹوی حافظ عبد السلام بن محمد، تفسیر القرآن الکریم، ج:4، ص:300

65 المائدہ 65:50

66 قاسمی، مولانا وحید الزمان، القاموس الوحید، ص:352

67 البقرۃ 58:2

68 بھٹوی، حافظ عبد السلام بن محمد، تفسیر القرآن الکریم، ج:1، ص:74